

مولوی (لڑکوں سے)

اب! وقت سبق ہے آؤ لڑکو  
سب اپنا سبق سناؤ لڑکو

لیلئی (معشوقانہ انداز سے)

’الف‘ ہے اک انوکھا حرف اسے اپنی ادا سمجھے  
ہمارے بانکپن میں ’بے‘ ہے کیوں، ہم اس کو کیا سمجھے  
تغافل ’تے‘ سے ہے اور ’ٹے‘ سے ثابت ہے ثواب اس کا  
جو سمجھے ’جیم‘ سے جلوہ تو ’جے‘ سے ہم حیا سمجھے  
ہوئی ’خے‘ ’دال‘ سے اور ’ذال‘ سے ہم خود تما ایسے  
کہ دیوانوں کی ذلت اور رسوائی روا سمجھے  
ہوا ’یہ ز ا‘ و ’سین‘ و ’شین‘ سے اور ’صاد‘ سے حاصل  
کہ زیب اور سادگی اور شرم کو صبر آزما سمجھے  
کھلا یہ ’ضاد‘ و ’طا‘ و ’ظا‘ و ’عین‘ و ’غین‘ سے مضمون  
ضیا طلعت کی سمجھے ظلم و عشوہ غم فزا سمجھے  
ہوا یہ ’فا‘ و ’قاف‘ و ’کاف‘ و ’لام‘ و ’میم‘ سے روشن  
قریب قتل سمجھے اور کرشمہ مہ لقا سمجھے  
یہ ’نون‘ و ’واؤ‘ و ’ها‘ و ’یا‘ سے ہم مطلب سمجھتے ہیں  
کہ ناز و وصل و ہم خوابی کو ہم یوسف لقا سمجھے

مجنوں (عاشقانہ طرز سے)

’الف‘ سے ابتدائے الفت اہل ادا سمجھے  
اسی کو ابتدا سمجھے اسی کو انتہا سمجھے  
نہ سمجھے ’بے‘ سے کچھ ہم بے نوا لیکن بلا سمجھے  
بری ہے بے وفائی عشق میں اس کو برا سمجھے

نہ سمجھے 'تے' سے ہم تفتہ جگر تاریک دل لیکن  
 تغافل تلخ تر ہے اس کو ہم ترکِ وفا سمجھے  
 یہ ہے 'ٹے' کا اشارہ، عشق میں ثابت قدم رہنا  
 نہ سمجھے 'جیم' سے ہم کچھ مگر جور و جفا سمجھے  
 ہوئی 'حے' سے عیاں حیرت کہ جب ہے حسرت و حرماں  
 ہوئی 'خے' سے خرابی خود نمائی سے خدا سمجھے  
 دلِ دیوانہ سمجھا 'دال' سے اک درد کا پہلو  
 نہ سمجھے درد کو ہم کچھ مگر دل کی دوا سمجھے  
 جو ذلت 'ذال' سے سمجھے تو 'رے' سے سمجھے رنجوری  
 نہ سمجھے 'زے' کو لیکن زخم اور زحمت فزا سمجھے  
 ستم ہے 'سین' سودا 'شین' ہے شور و شغب بالکل  
 جو سمجھے 'صاد' صحرا کو تو ہم صبر آزما سمجھے  
 ضالالت 'ضاد' سے ہے 'طوئے' سے ہے طوق گردن کا  
 نہیں ہے 'ظوئے' لیکن ظلم اسے ظلمت نما سمجھے  
 اگر ہے 'عین' عینِ عشق تو ہے 'غین' غینِ غم  
 جو 'فے' کو ہم فنا تو 'قاف' کو اپنی قضا سمجھے  
 نہیں ہے 'کاف' جز کاکل نہیں ہے 'لام' جز لیلیٰ  
 کبھی لب اس کو سمجھے اور کبھی زلفِ رما سمجھے  
 مزا ہے 'میم' سے مرنے کا اور ہے 'نون' ناکامی  
 وفا کو 'واؤ' سے اور 'ہے' سے ہم ہائے ہوا سمجھے  
 یہ 'حرفِ ہیا' جو ہے 'ذویار' نامِ یار میں آیا  
 نہ سمجھے اس کو ہم آخوند جی بتلاؤ کیا سمجھے  
 مولوی

”خوب سمجھے۔ میاں طرارا! تم تو ذرا اپنا سبق سناؤ اور  
 تیزیٰ طبع کے جوہر دکھاؤ“

### طرار

بتا دیں ہم 'الف' سے جو کچھ اچھا برا سمجھے  
بھلائی کو برا سمجھے برائی کو بھلا سمجھے

مولوی

”چپ چپ، خاموش خاموش! بی خیلا صاحبہ آپ کیا سمجھیں؟“

خیلا (اٹک اٹک کر)

'الف' سے اپنی آنکھوں کی قسم میں آشنا سمجھی  
اور اس 'بے' سے جو بے زر ہو تو پھر بالکل بلا سمجھی

مولوی (خیلا سے مخاطب ہو کر) ”تم خوب سمجھیں“  
(سب لڑکوں سے)

سنو! لڑکو! نہیں اب کچھ مرا کام  
میں گھر جاتا ہوں ہے یہ وقت آرام  
نہ ہونے پائے مکتب میں شرارت  
سبق تم یاد کرنا یا فراغت

- ۱- قصد شاعر: اظہار وضع خیلا - یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ مولوی کو لیلیٰ اور مجنوں اور طرار اور خیلا کے وضع اور ارادے کے سمجھنے کا بہت اچھا موقع حاصل تھا، مگر پھر بھی وہ اس پر متنبہ نہ ہوا، یا وہ متنبہ ہوا تو اس نے اپنے فرض کے پورا کرنے میں کمی کی - اس شعر کی ردیف میں یاے مجہول کو عمداً یاے معروف میں بدل دیا ہے اور لطف اس کا ظاہر ہے -
- ۲- صنف کلام: مثنوی (مرقع) بحر ہزج بحر و مقصور یا محذوف - وزن: مفاعیلن مفاعیلن فعولان دوبار، یا بجائے فعولان کے فعولون قصد - شاعر: اظہار غلطی مولوی - جہاں اس قسم کے لڑکے پڑھتے ہوں آن کی زیادہ حفاظت چاہیے، نہ یہ کہ مولوی مکتب کو ان کی شرارت کے سپرد کر کے خود آرام میں مشغول ہو - ایسی غلطیاں ہمارے دیسی مکتبوں میں بہت ہوا کرتی ہیں اور اس کی اصلاح کی طرف نظر کرنا ان لوگوں کا فرض ہے جن کے پیارے بچے ان مکتبوں میں تعلیم پاتے ہیں -

جو بھولے کوئی تو آس کو بتانا  
جو تم میں ہیں نئے آن کو پڑھانا  
کزیں سب تختیاں دھو دھا کے فرصت  
الف بے کوئی لکھے کوئی بابت  
(مولوی صاحب یہ کہہ کے جاتے ہیں ، میاں طرار کسی  
بہانے سے علیحدہ آتے ہیں)

طرار

گئے آخوند جی ہے وقت مہلت  
بس اب مکتب سے میں ہو جاؤں چمپت  
لڑکے (طرار کے پیچھے دوڑ کے)  
کہاں جاتا ہے اے طرار فرار؟  
ترے سر پر ہم آپہنچے خبردار!  
خیلا (تھوڑی دور جا کے پھر آتی ہے)  
(دل میں)

گئے طرار کو سب تو پکڑنے  
مگر یہ قیس و لیلیٰ کیوں نہ آتھے  
جو کچھ آپس میں یہ باتیں کریں اب  
یہاں سے ہم کھڑے ہو کر سنیں سب  
لیلیٰ (خوب چلا چلا کے)  
(الف ، اللہ کی نشانی ہے)  
بندگی آس کی 'بے' سے جانی ہے

مجنوں

کتاب 'دیکھ چکیں اب ذرا ادھر دیکھو  
حجاب دے جو اجازت تو اک نظر دیکھو

۱۔ صنف کلام : غزل مسلسل (یا مرقع یا خطابی) بحر مجتث وافی  
مجنون مشعث محذوف - وزن : مفاعیلن مفاعیلن فعلن دوبار - قصد شاعر :  
اظہار عشق و تمنا -

کسی کا خون نہ کرے یہ نگاہ بے پروا  
 کسی کی جان نہ لے چشمِ فتنہ گر دیکھو  
 لگاؤ بادِ ہوائی نہ تیرے نظروں کے  
 نشانہ تاک لو میرا دل و جگر دیکھو  
 کسی کے دم پہ بنی ہے یہ بے رخی کب تک  
 خدا کے واسطے لیلیٰ ذرا ادھر دیکھو

### لیلیٰ

کوئی بتائے کہ ہم کیوں بھلا ادھر دیکھیں  
 بلا کو اپنی غرض کیا جو اک نظر دیکھیں  
 یہ تیر کیا یہ نظر کیا، نہیں سمجھتے ہم  
 جو کچھ بھی ہو تو کسی کا دل و جگر دیکھیں  
 یہ چھیڑ چھاڑ کی باتیں ہمیں نہیں بھاتیں  
 ہے جھانک تاک سے نفرت ہمیں، کدھر دیکھیں  
 (طنز یہ التجا کر کے دست بستہ)

نہ ایسی باتیں زباں پر بھر آنے پائیں کبھی  
 خدا کے واسطے صاحب، ذرا ادھر دیکھیں

### مجنوں

نگاہِ قہرِ سہمی دیکھ تو لیا۔ تم نے  
 ہمارے۔ جذبہٴ دل کا ذرا اثر دیکھو

۱۔ قصہ شاعر : اظہارِ اندازِ معشوقانہ حجاب کے ساتھ ۔  
 لیلیٰ کے اندازِ معشوقانہ سے عاشقی کی ادا بھی نکلتی ہے ور  
 یہ مصرع اس پر شاہد ہے : ”جو کچھ بھی ہو تو کسی کا دل و  
 جگر دیکھیں“ لیلیٰ کو اپنی رسوائی کا بھی حد سے زیادہ خیال  
 ہے اور ایک شریف زادی کو ہونا چاہیے ۔

لیللی (کھسیانی ہو کے)

یہ تم نے خوب کہنی ! خیر جو ہوا سو ہوا  
تسم لو ہم سے جو اب تم کو عمر بھر دیکھیں

(خیلا آتی ہے)

خیلا (قیس سے مخاطب ہو کے)

یہ کیسی باتیں ہیں صاحب ذرا ادھر دیکھو  
تمام شہر میں کر دوں گی میں خبر دیکھو

(لیللی سے مخاطب ہو کے)

تمہاری ماں سے میں کہتی ہوں جا کے اے لیللی !  
نہ آنے پاؤ گی مکتب میں عمر بھر دیکھو

(دل میں)

سمجھ کے لائیں تھیں بیوی پھنسے گا ہم سے قیس  
فدا وہ دل سے ہوا اس کمینی پر دیکھو

(لڑکے مع طرار آتے ہیں)

(سب لڑکوں سے مخاطب ہو کے)

امیر زادیاں جب مفت میں کریں یاری  
تو ہم غریبوں کی ہو کس طرح بسر دیکھو  
طرار

(خیلا سے ، اپنی طرف اشارہ کر کے)

جو باتیں کرتے ہیں آپس میں قیس اور لیللی  
تمہیں ملال ہے کس بات کا ، ادھر دیکھو !

چھٹا سین — محل سرائے عبدالعزیز

(کمرہ نشست مادر لیلیٰ)

(زہرہ آتی ہے)

زہرہ

(مادر لیلیٰ سے مخاطب ہو کر)

مجرا' ہو مرا قبول بیگم

ہوں مطلب دل حصول بیگم !

بیگم

زہرہ کدھر آئیں کیا خبر ہے ؟

نسبت کوئی لائیں کیا خبر ہے ؟

زہرہ

نسبت کا نہ پوچھو حال بیگم

کس کو نہیں یہ ملال بیگم

اس وقت کے سب امیر زادے

شہزادے ہوں یا وزیر زادے

✓ آوارہ مزاج ہو گئے ہیں

مفلس محتاج ہو گئے ہیں

ورثے کی امید پر جو لیں قرض

جورو کا ادا کریں گے کیا فرض

۱۔ صنف کلام : مثنوی (مرقع) بحر ہزج مجز و اخرب مقبوض مقصور یا محذوف - وزن : مفعول مفاعیل فاعولن یا فعولان ، قصد شاعر : اظہار ظرز معاشرت (بعض) رؤسائے اہل اسلام - اگر زہرہ ڈومنی ہے تو اس کی آمدورفت زنانہ میں قابل اعتراض نہیں ہو سکتی کیونکہ ایسی ڈومنیاں اکثر پردہ نشین ہوتی ہیں لیکن زہرہ پردہ نشین نہیں ہے جیسا کہ اس کے مکتب میں جانے سے ظاہر ہے -



مرنا ماں باپ کا جو چاہیں  
 بی بی سے موئے وہ کیا نباہیں  
 اللہ کا ڈر نہیں ہے ان کو  
 کچھ خوف و خطر نہیں ہے ان کو  
 جلسوں میں شراب پی کے جانا  
 میلے ٹھیلوں میں غل بچانا  
 اچھے لوگوں سے ان کو نفرت  
 شہدے گرگوں سے ان کو صحبت  
 سیکھے کرٹی توج ان کا شیوہ  
 ہے گالی گلوچ ان کا شیوہ  
 تاکیں جو رنڈیوں کا گہنا  
 کیا ان سے کسی کو ہوگا لہنا  
 کچھ شرم انہیں نہ کچھ حیا ہے  
 پھر ان سے کہو آمید کیا ہے

### بیگم

زہرہ سچ کہتی ہے تو بالکل  
 اس گھر کا چراغ بھی ہے اب کُل  
 وہ قیس جو ہے مرا بھٹیجا  
 وہ جیٹھ کا میرے ہے جو بیٹا  
 اب کیا کہوں فخر خاندان ہے  
 یوں تو وہ جگر ہے میری جاں ہے  
 اطوار برے ہیں اُس کے زہرہ  
 آثار برے ہیں اُس کے زہرہ  
 کس ناز و نیاز سے پلے ہیں  
 اپنی اماں کے لاڈلے ہیں



کہتی نہیں میں یہ کچھ ہنسی سے  
 خدمت میں لونڈیاں ابھی سے  
 ہر چند نہیں یہ کہنے کی بات  
 کیا منہ سے کہوں کہ ہے بری بات  
 دن رات ہے آن سے پیار اخلاص  
 اک بات ہے آن سے پیار اخلاص  
 یہ لاڈ کبھی سنے ، نہ دیکھے !  
 یہ کھیل تو کھیلتے نہ دیکھے  
 یوں ناز آٹھائیں جبکہ ماں باپ  
 مجھے ہوں خراب آپ سے آپ  
 زھرہ

کیا بات کہی ہے واہ بیگم !  
 ہاں بات یہی ہے واہ بیگم !  
 لیکن اک بات پوچھتی ہوں  
 تقصیر معاف ہو تو پوچھوں ؟  
 دانا ہو کر بنی ہو نادان  
 صاحب زادی کا کچھ نہیں دھیان  
 ہر چند کہ ہیں ابھی وہ کم سن  
 مکتب میں بھی جانے کے نہیں دن  
 نکلی کم بخت بات میں بات  
 اور بات بھی وہ جو ہے خرافات  
 مکتب بھی وہ جس میں قیس جائیں  
 عشق الدین جہاں پڑھائیں  
 اول تو برا وہ مولوی ہے  
 دیہاتی موا وہ مولوی ہے

باتوں کا نہیں ہے جسے سلیقہ  
 کیا جانے پڑھانے کا طریقہ  
 اب آگے نہ کچھ کہے گی بندی  
 عاقل کو ہے اشارہ کافی  
 لڑکوں میں لڑکیوں کا پڑھنا  
 ہم نے تو کبھی سنا نہ دیکھا  
 حرمت کا بھی کچھ تمہیں نہیں ڈر  
 بن بیامی کو بھیجتی ہو باہر  
 بیگم

زہرہ سچ کہتی ہے تو بے شک  
 مجھ کو نہ تھا اس کا دھیان اب تک  
 لیلنی خیر آج تو گئی ہیں  
 اب جانے نہ دوں گی حشر تک میں  
 پڑھنے کا بہت ہے ذوق اس کو  
 ہے شعر و سخن سے شوق اس کو  
 آتہ رکھ لوں گی کوئی گھر پر  
 اب جانے نہ دوں گی اس کو باہر  
 (زہرہ جاتی ہے، لیلنی آتی ہے)  
 بیگم

لیلنی مکتب میں اب نہ جانا  
 منظور نہیں مجھے پڑھانا  
 لیلنی (ماں سے مخاطب ہو کر)  
 جو آپ کہیں وہی ہے بہتر  
 (دل میں)

ہر چند کے ہو وہ شاق دل پر

## ساتواں سین — خواب گاہ لیلیٰ

لیلیٰ

قیس' پیارے اب ترا ملنا مجھے دشوار ہے  
 باپ ماں کی قید سے لیلیٰ بہت ناچار ہے  
 کہتی تھیں اماں تری نسبت کے آتے ہیں پیام  
 اب کہوں کس سے کہ شادی سے مجھے انکار ہے  
 یا الہی! قیس کے ساتھ آئے نسبت کا پیام  
 پھر نہ آس میں عذر ہے مجھ کو نہ کچھ تکرار ہے  
 زہر کھا لیتی نہ ہوتی گر ترے ملنے کی آس  
 ان دنوں کچھ زندگی سے جی مرا بیزار ہے  
 ہائے رہ رہ کے کلیجے میں مرے اٹھتا ہے درد  
 عشق کہتے ہیں جسے کیا وہ یہی آزار ہے

## آٹھواں سین — مکتب خانہ

(قیس مکتب میں آتا ہے ، لیلیٰ کو نہ دیکھ کر گھبراتا ہے)

قیس (دل میں)

اے چرخ ستم پیشہ یہ کیا چال ہے تیری  
 مکتب میں نہ کیوں آج وہ طلعت نظر آئی  
 آخوند

اے قیس کہو تن ہے کہاں جان کدھر ہے  
 مکتب میں تو بیٹھے ہو مگر دھیان کدھر ہے

۱- صنف کلام : غزل مسلسل بحر رمل وافی محذوف - وزن :  
 فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلان ، دوبار - قصد شاعر : اظہار حالت مجبوری  
 و عشق -

(قیس کے پاس جا کے)

کیوں روتے ہو کیا دکھ ہے تمہیں؟ منہ سے تو بولو

(دھمکا کے)

بے مار کی توبہ! -----

(طانچہ مار کے)

----- چلو اب خوب سا رو لو

قیس (گریہ بے اختیار)

قیس (دل میں)

ہم نے تو نہ کھائی تھی کبھی سیلٹی استاد  
اے حضرتِ عشق! آج یہ پہلی ہوئی افتاد  
طرار

آخوند جی صاحب خبر آس کی تمہیں کیا ہے  
لیلٹی نہیں آئیں وہیں دل آن کا لگا ہے  
خیلا (مجنوں سے)

ہم سنتے ہیں پردے میں بٹھائی گئیں لیلٹی  
تا حشر تو مکتب میں اب آتی نہیں لیلٹی  
آخوند

لو آج کھلا، واہ! بڑا کام کرو گے  
کیا قصد ہے صاحب مجھے بدنام کرو گے؟  
آوارہ مزاجوں کا پڑھانا نہیں اچھا  
بس جائیے یاں آپ کا آنا نہیں اچھا

قیس (دل میں)

مکتب ' سے نکالے گئے اب منہ کسے دکھلائیں  
اے حضرت دل ! آؤ کہیں اور نکل جائیں

### نواں سین — درِ مکتب

حضرت دل ! کہیے اب کیا آپ کا ارشاد ہے  
آپ کے قابو میں اب یہ بندۂ آزاد ہے  
پھر چلوں مکتب کو یا فرمائیے گھر کو چلوں  
باپ کا ڈر ہے وہاں یاں سیٹی استاد ہے  
شوق کہتا ہے کہ چلیے کوئے جاناں کی طرف  
گو کہ یہ عینِ مرادِ خاطرِ ناشاد ہے  
اپنی رسوائی کا ڈر ہے اس کی بدنامی کا خوف  
بدگمانی ہے وہاں اور خنجر بے داد ہے  
مے کدے کو چلیے گر ہو بے خودی کی آرزو  
بت کدے کو چلیے گر آس بت کی جی میں یاد ہے

۱۔ صنفِ کلام : غزل مسلسل (مرقع یا خطابى، یہاں خطابِ نفس یا دل سے) قصہ شاعر: اظہارِ حالت انتشار، ایک بڑی بات کا قصد تو کر لیا ہے مگر انجام دینے میں جو مشکلات درپیش ہیں ان پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے طبیعت کوشش کرتی ہے، ایسی حالت بیشتر اس وقت طاری ہوتی ہے جب کہ انسان کسی امرِ عظیم کے اقدام کا قصد کرے؛ مثلاً خود کشی یا قتلِ عمد۔

مجنوں ابھی کم سن ہے، اس کو گھر سے بھاگنا نہایت دشوار ہے۔ مانا کہ اس کو مکتب سے نکالے جانے کی بڑی شرم ہے، وحشتِ عشق اور بھی شہ دے رہی ہے مگر پہلے پہل گھر سے نکلنا بھی آسان نہیں ہے۔

کوچہ گردی ہو ، اگر ہے سنگِ طفلان کی ہوس  
 سیرِ گلشن ہو جو ذوقِ نالہ و فریاد ہے  
 چلیے صحرا کو جو ہو سایہِ بیولوں کا پسند  
 چلیے زنداں کو ' جو شوقِ زیورِ فولاد ہے  
 (پردہ گرتا ہے)

---

## ایکٹ تیسرا

پہلا سین — دیوانِ خانہ

عبداللہ (دل میں)

کیا ہوا قیس اب تک نہ آیا

اس میں اسرار کیا ہے خدایا

(نوکروں سے)

کوئی آخوند کے پاس جائے

کیا سبب ہے ذرا پوچھ آئے

(ایک ملازم طرار کو لے کے حاضر ہوتا ہے)

ملازم

یہ جو لڑکا ہے طرار نامی

یہ بھی پڑھتا ہے مکتب میں آن کے

آپ سے کچھ کہا چاہتا ہے

عبداللہ

ہاں بتا جلد، کیا چاہتا ہے؟

---

۱۔ صنف کلام : مشنوی (خطابی) بحر متدارک وافی اخذ - وزن : فاعلن

فاعلن فاعلن فع - قصد شاعر : اظہار تشویش -



## طَرار

مجھ کو بھیجا ہے آخوند جی نے  
 اور کہا ہے یہ کہہ دینا اُن سے  
 قیس نے کی تھی یاں کچھ شرارت  
 اس لیے حسبِ ارشادِ حضرت  
 میں نے اک ان کو مارا طانچا  
 اس پہ کچھ اُن کو آیا جو تہا  
 چل دیے اٹھ کے مکتب سے گھر کو  
 اس پہ لازم ہے تنبیہ کچھ ہو  
 رعب میرا نہیں مانتے وہ  
 مجھ کو اصلاً نہیں مانتے وہ  
 ورنہ ان کا پڑھانا ہے مشکل  
 اُن کا مکتب میں لگتا نہیں دل

عبداللہ

شوق سے وہ تو جاتا تھا مکتب  
 کیا سبب دل نہ لگنے کا ہے اب

## طَرار

اس کا حال آپ پوچھیں نہ مجھ سے

عبداللہ

سچ بتا پوچھتا ہوں میں تجھ سے !

## طَرار

وہ سنیں گے تو ماریں گے مجھ کو

عبداللہ

مار کا اس کے کیا ڈر ہے تجھ کو

پوچھتا ہوں میں تجھ سے خبردار  
سچ بتا ورنہ تو جان طرار!

طرار

خیر سن لیجیے حال حضرت  
ان کو لیلیٰ سے تھی کچھ محبت

پیار اخلاص ہوتے تھے دن بھر  
چھپ کے جاتے تھے یہ ان کے گھر پر

گزرے ان باتوں کو دو مہینے  
کہہ دیا اُن کی ماں سے کسی نے

ستے ہیں وہ نہ آئیں گی مکتب  
جی لگے ان کا مکتب میں کیوں اب

عبداللہ

چل بے چل دور ہو تو یہاں سے  
اب نہ نکلے کبھی یہ زباں سے

(دل میں)

اچھی صورت پہ ہے قیس مائل  
کیا عجب ہے جو یہ سچ ہواے دل!

دوسرا سین — کوچہ و بازار ، دشت و کوهسار

(عبداللہ قیس کو تلاش کرتا ہے)

عبداللہ

کیا ہوا قیس پیارا ہمارا  
کیا ہوا وہ دلارا ہمارا

(مجنوں کے تصور سے مخاطب ہو کر)

گھر میں آئے نہ مکتب سے پھر کر  
غم ہوا کیوں گوارا ہمارا

(آسان سے مخاطب ہو کر)

اے فلک ! تو ہی بتلا دے ہم کو  
کیا ہوا ماہ پارا ہمارا  
باپ دکھیا کہاں جا کے ڈھونڈے  
کیا ہوا وہ ستارا ہمارا

زیست اپنی ہے بس آس کے دم تک  
ہے وہی اک سہارا ہمارا

(مجنوں کے تصور سے مخاطب ہو کر)

تم ادھر ہم ادھر گھر سے نکلے  
گھر ہی بگڑا تمہارا ہمارا

لو قسم ہم سے گر کچھ کہیں ہم  
مانو کہنا خدا را ہمارا

ایک راہ گیر

دیکھ تو وہ نہ ہو تیرا بیٹا

عبداللہ

وہ پسر ہے ہمارا ہمارا

(مجنوں سے مخاطب ہو کر)

تیرا کیا حال ہے جان بابا

کیا برا حال ہے جان بابا

کیوں خفا ہو گئے ہم سے بیٹا

کیوں جدا ہو گئے ہم سے بیٹا

کیا جنوں تیرے سر میں سہایا

باپ ماں کا نہ کچھ دھیان آیا

تجھ سے تھا زندگی کا سہارا

تو نے کیوں جیتے جی ہم کو مارا

---

۱۔ صنف کلام : مثنوی (خطابی یا مرقع) اظہار محبت پدری عبداللہ کی طرف سے ، شرم و حجاب قیس کی طرف سے ۔ عبداللہ اظہار کرتا ہے کہ جس مطلب کے لیے تو گھر سے نکلا وہ میرے امکان میں تھا : قیس اپنے مطلب کی بات باپ کی زبانی سن کر اپنے آنے سے پشیمان ہے ۔ قیس اپنے باپ سے عشق لیلیٰ کو اظہار نہیں کرتا ۔ وہ جانتا ہے کہ باپ اس سے خود ہی واقف ہے ، پھر میں کیوں بے شرم ہو کر اپنا جوش ظاہر کروں ۔ قیس صرف عفو تقصیر کا طالب ہے اور اپنے باپ کے ساتھ گھر چلنے پر بالکل راضی ہے اس لیے کہ اسے وصل محبوب کی امید دی گئی ہے ۔

یہ سہاٹی ترے دل میں کیسی  
 کیا مصیبت پڑی تجھ پہ ایسی  
 رنگ چہرے کا ہے زعفرانی  
 جو کبھی آگے تھا ارغوانی  
 پیرہن چاک ہے تا بہ دامن  
 پاؤں پر خاک ہے تا بہ دامن  
 آہ و زاری ہے اور بے قراری  
 سینہ کو پی ہے اور اشک بازی  
 آہ جنگل میں پایا نہیں کچھ  
 تو نے کے دن سے کھایا نہیں کچھ  
 ہم نے مانا کہ بے تاب تھا تو  
 رنج سے بے خور و خواب تھا تو  
 ہم سے کیا شرم تھی تجھ کو ایسی  
 بیٹیاں کہہ گزرتی ہیں جی کی  
 دل ہی دل میں عبث رنج سمہتا  
 اپنے ہم جولیوں سے تو کہتا  
 کچھ نہ کچھ اس کی تدبیر کرتے  
 ہم تو اک دن نہ تاخیر کرتے  
 میرے بھائی کی بیٹی ہے لیلی  
 ہر طرح تجھ کو ہے وہ پہنچتی  
 کیا چچا تیرا انکار کرتا؟  
 بیٹی دینے میں تکرار کرتا؟  
 گھر ترا ہم تو آباد کرتے  
 کر کے شادی تجھے شاد کرتے